✿✿✿ تقریر ✿✿✿

تقریر بابت ایمان
وقت 5-7 منٹ

مؤمن کا دل

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

اَیَوَدُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ تَکُوۡنَ لَہٗ جَنَّۃٌ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّاَعۡنَابٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ۙ لَہٗ فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَہُ الۡکِبَرُ وَلَہٗ ذُرِّیَّۃٌ ضُعَفَآءُ ۪ۖ فَاَصَابَہَاۤ اِعۡصَارٌ فِیۡہِ نَارٌ فَاحۡتَرَقَتۡ ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّکُمۡ تَتَفَکَّرُوۡنَ (البقرہ:267)

یعنی کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ اس کے لئے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے دامن میں نہریں بہتی ہوں۔ اس کے لئے اس میں ہر قسم کے پھل ہوں نیز اُس پر بڑھاپا آجائے جبکہ اس کے بچے ابھی کمزور (اور کم سِن) ہوں۔ تب اُس (باغ) کو ایک بگولہ آلے جس میں آگ (کی تپش) ہو پس وہ جل جائے۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے (اپنے) نشان خوب کھولتا ہے تاکہ تم تفکّر کرو۔

یا محمدؐ دلبرم از عاشقانِ روئے تُست
مجھ کو بھی اس سے ملا دے ہاں ملا دے آج تو
دستِ کوتاہم کُجا اثمارِ فردوسی کُجا
شاخِ طوبیٰ کو ہلا دے ہاں ہلا دے آج تو

(کلام محمود)

معزز سامعین! مجھے آج ایک حدیث کے تناظر میں مؤمن کے دل پر گفتگو کرنی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا یَقُوْلَنَّ أَحَدُکُمْ لِلْعِنَبِ، اَلْکَرْمَ فَاِنَّ الْکَرْمَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ

(بخاری)

کہ لوگ انگور کو "کرم" نہ کہیں، "کرم" تو مؤمن کا دل ہے۔

اِس مضمون کو حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر مختلف اندازِ اور الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ جیسے آبوداؤد کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا یَقُوْلَنَّ أَحَدُکُمْ: اَلْکَرْمَ، فَإِنَّ الْکَرْمَ: اَلرَّجُلُ الْمُسْلِمُ، وَلٰکِنْ قُوْلُوْا: حَدَاإِقَ الْاَعْنَابِ۔

(سنن ابی داؤد کتاب الادب حدیث:4974)

کہ تم میں سے کوئی (انگور اور اس کے باغ کو) کرم نہ کہے۔ اس لیے کہ کرم مسلمان مرد کو کہتے ہیں بلکہ اسے انگور کے باغ کہو۔

حضرت ابوہریرہ کی ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا تُسَمُّوا الْعِنَبَ الْکَرْمَ، وَلَا تَقُوْلُوْا خَیْبَۃَ الدَّھْرِ، فَإِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الدَّھْرُ۔

(صحیح البخاری کتاب الادب حدیث:6182)

کہ عِنَب (انگور) کو کرم نہ کہو اور نہ ہی یہ کہو کہ ہائے زمانہ کی نامرادی۔ کیونکہ زمانہ تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

پھر فرمایا لَا یَسُبُّ أَحَدُکُمُ الدَّھْرَ، فَإِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الدَّھْرُ، وَلَا یَقُوْلَنَّ أَحَدُکُمْ لِلْعِنَبِ: الْکَرْمَ، فَإِنَّ الْکَرْمَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ۔

(صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب وغیرھا حدیث:5867)

کہ تم میں سے کوئی شخص زمانے کو بُرا بھلا نہ کہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانے (کا مالک) ہے اور تم میں سے کوئی شخص عنب (انگور اور اس کی بیل) کو کرم نہ کہے، کیونکہ کرم (اصل میں) مسلمان آدمی ہوتا ہے۔

مسلم ہی کی ایک حدیث میں حضرت وائل بن حجرؓ سے یوں منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انگور کے درخت کو کرم نہ کہو بلکہ عنب اور حَبَلَہ کہو۔

ایک روایت میں لَا تَقُولُوا لِحَائِطِ الْعِنَبِ الْكَرْمُ۔ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

(سنن دارمی، من کتاب الاستئذان، باب لَا يُقَالُ لِلْعِنَبِ الْكَرْمُ: حدیث نمبر 2735)

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انگوروں کے باغ کو کرم نہ کہو کیونکہ کرم تو مسلمان مرد ہوتا ہے۔

ہمارے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بات کرنے اور سمجھانے کا طریق بہت اچھوتا اور نرالا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بات کو مختلف انداز میں الفاظ کو ادل بدل کر بات کو دہراتے تھے اور بعض دفعہ بات کو نیگیٹو اور پوزیٹو رنگ میں سمجھاتے تھے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں، ہزاروں روایات مختلف صحابہ رضوان اللہ علیہم سے الفاظ کی قدرے تبدیلی کے ساتھ مروی ہیں۔ زیرِ بحث روایت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی طریق اختیار فرمایا۔ کچھ روایات میں انگور کو کرم کہنے سے منع فرمایا اور ذیل کی روایت میں فرمایا کہ بعض لوگ (انگور کو) کرم کہتے ہیں، کرم تو مؤمن کا دل ہے۔ حدیث کے الفاظ یوں ہیں۔

"وَيَقُولُونَ الْكَرْمُ إِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ"

(صحیح البخاری کتاب الادب حدیث: 6183)

سامعین! عنب کو کرم کہنے سے روکنے کی حکمت اور اِس کے مطالب میں جانے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اوپر جو روایات ہم بیان کر آئے ہیں۔ اُن میں استعمال ہونے والے عربی الفاظ اور اصطلاحات کے لغوی معانی سمجھ لیں۔ جیسے **اَلْعِنَبُ** عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے اردو میں معنی "انگور" (Grapes) کے ہیں۔ اس کا واحد "عِنَبٌ" ہے جو ایک پھل کی مشہور قسم ہے۔ اِس پھل کی سینکڑوں اقسام ہیں۔ ایک مشہور قسم سُندر خانی ہے۔ جس کی ساخت اور شکل دل کے مشابہ ہوتی ہے۔ انگور کی بعض اقسام کو مختلف پروسیس سے گزار کر خشک کیا جاتا ہے۔ جو بہت لذیذ ہوتا ہے اور جسے سویٹ ڈشز، دوسرے مختلف کھانوں میں استعمال ہونے کے علاوہ سرد علاقوں میں لوگ اپنے آپ کو گرم رکھنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اِسے بالعموم میوہ یا سوگی یا کشمش کہتے ہیں۔ اِس پھل میں سے ایک خاص قسم کے انگور کو خشک کرنے سے منقّٰی تیار ہوتا ہے جو مختلف بیماریوں میں علاج کے کام آتا ہے۔ منقّٰی کے لغوی معانی صاف کرنے کے ہیں۔ انگور کو خشک کر کے تیار کیا ہوا میوہ جو منقّٰی کہلاتا ہے یہ بھی بیماریوں کے گندے مادّے کو صاف کرنے کے کام آتا ہے۔

اَلْكَرْمُ (الکرم) یہ بھی عربی زبان کا لفظ ہے جس کے اردو میں کئی نمایاں اور خوبصورت معنی آتے ہیں۔ سیاق وسباق کے لحاظ سے اس کے بنیادی معنی یہ ہیں: سخاوت اور فیاضی: بہت زیادہ دینے والا، بخشش کرنے والا یا سخی ہونا۔ ایک معنی شرافت اور بزرگ کے ہیں یعنی اعلیٰ اخلاق، اعلیٰ ظرفی، عزّت اور بزرگی۔ اَور ایک معنی انگور کی بیل کے بھی ہیں۔

کریم کا لفظ قرآن کے ساتھ بھی استعمال کرنے سے قرآن کی عظمت کو دوبالا کرتا ہے۔ حضرت علی کے ساتھ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ لکھا جاتا ہے۔ جس کے معانی ہے۔ اللہ آپ کے چہرے کو عزّت بخشے۔

عربی لفظ **اَلْحَبَلَةُ** (ال-حَب-لَہ) کے معنی سیاق وسباق کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں، جن میں انگور کی بیل یا درختِ انگور اور فقہی لحاظ سے **حمل کا بچہ** شامل ہیں۔

سامعین! مَیں اوپر جو احادیث بیان کر آیا ہوں اُن کی روشنی میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور یا انگور کی بیل کو "کرم" کہنے سے منع فرمایا ہے۔ اِس کی کئی وجوہات بیان ہوئی ہیں۔ ایک وجہ ممانعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں لفظ 'کرم' ہے جس کے معانی بزرگی اور عزت والے مسلمان کے ہیں۔ عربی زبان میں "کرم" کا لفظ سخاوت، شرافت اور بزرگی کے معنوں میں آتا ہے اور چونکہ ایک مسلمان کا دل ایمان اور تقویٰ کی وجہ سے ان تمام خوبیوں کا مرکز ہوتا ہے، اس لیے اس لفظ کو صرف مسلمانوں کے ساتھ خاص کرنے کی تاکید کی گئی ہے تاکہ اس کی حرمت برقرار رہے۔ عرب رَجُلٌ كَرْمٌ اور قَوْمٌ كَرْمٌ کہتے ہیں۔ رَجُلٌ كَرِيْمٌ اور قَوْمٌ كِرَامٌ بھی محاورۃً استعمال ہوتے ہیں۔

دوسرے نمبر پر احادیث کا ماحاصل یہ ہے کہ انگور کو عنب یا حبلہ کہو یا اس کے اور جو نام ہیں وہ لیا کرو، لیکن اس کو کرم نہ کہا جائے اس کی ممانعت کا ایک پس منظر یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب انگور کو کرم کہا کرتے تھے کیونکہ انگور سے شراب بنتی تھی اور ان کا کہنا تھا کہ اس شراب کے پینے سے آدمی میں سخاوت وہمت اور جود و کرم کے اوصاف پیدا ہوتے ہیں چنانچہ جب شریعت نے شراب کو حرام کر دیا اور وہ ایک نجس و ناپاک چیز قرار پائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور کو کرم کہنے سے منع فرمایا کیونکہ ایک ایسی چیز کو مذکورہ نام کے ذریعہ کرم و خیر کے ساتھ متّصف کرنا جو شراب جیسی ناپاک چیز کی جڑ ہے مناسب نہیں سمجھا گیا جب کہ انگور کو اتنے عمدہ نام یاد کرنے کا مطلب ایک حرام چیز کی تعریف وتوصیف کا راستہ اختیار کرنا ہے اور اس کی طرف سے دل و دماغ کو رغبت دلانا ہے نیز آپ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ کرم ایک ایسا اعلیٰ لفظ ہے جو اپنے وسیع مفہوم کے اعتبار سے تمام بھلائیوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس اعتبار سے اس لفظ کا مصداق مؤمن اور اس کا قلب ہی ہو سکتا ہے جو علم وتقویٰ کے نور کا مخزن اور اسرار و معارف کا منبع ہے۔

کسی نے لکھا ہے کہ انگور کو کرم کہنے سے اس لئے روکا کیونکہ اس سے شراب بنتی ہے اور عرب کے لوگ اسے کرم اس لئے کہتے کہ ان کے خیال میں شراب نوشی سے سخاوت اور بزرگی پیدا ہوتی تھی۔ ان کے خیال کے ردّ میں اس نام سے پکارنے سے منع فرمایا۔ نیز بتایا کہ کرم تو مسلم کی صفت ہے، جو مجسّم کرم ہوتا ہے۔

مکرم مولانا غلام باری سیف صاحب مرحوم اپنے مجموعۂ احادیث بعنوان احادیثُ الاخلاق میں اس حدیث کے تابع لکھتے ہیں۔

”عِنَب انگور کو کہتے ہیں اور کَرْم انگور کی بیل کو کہتے ہیں۔ دراصل کرم یعنی انگور کی بیل تو مؤمن کا دل ہے۔ ظاہری طور پر تو دل کی شکل بھی انگور کے دانہ کی طرح ہے۔ لیکن حلاوت اور شیرینی مؤمن کے دل میں ہوتی ہے۔ وہ دانۂ انگور میں کہاں؟

حدیث میں آیا ہے مؤمن کی زبان اور اُس کے ہاتھ سے کسی کو گزند نہیں پہنچتا۔ مؤمن ہر ایک کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ فرمایا۔ انگور کو کَرْم کہتے ہیں۔ کرم کہلانے کا مستحق تو مؤمن کا دل ہوتا ہے۔

سامعین! آئیں! اِس دلچسپ اور ایمان افروز مضمون کو ایمان میں مزید رسّ گھولنے کے لئے قرآن کریم کا سہارا لیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دو جگہوں پر عِنَب اور نو (9) مقامات پر جمع کے صیغہ کے ساتھ اَعْنَاب لفظ آیا ہے۔ جیسے اللہ پاک سورۃ الانعام آیت 100 میں آسمان کے پانی سے اُگنے والے اناج پودوں اور پھلوں کا ذکر فرماتا ہے۔ اِس میں جَنّٰتٌ مِّنۡ اَعۡنَابٍ کے الفاظ ہیں جس کے معانی ہیں کہ اِن پانیوں سے انگوروں کے باغ اُگتے ہیں۔ جن پر جو پھل لگتا ہے اُسے پکنے تک کے عمل میں ایمان لانے والی قوم کے لیے بڑے نشانات ہیں۔ اِسی مضمون کو سورۃ الرعد آیت 5 میں ایک اَور پہلو سے بیان فرمایا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تفسیرِ صغیر میں جَنّٰتٌ مِّنۡ اَعۡنَابٍ کے ترجمہ میں ”کئی طرح کے انگوروں کے باغات“ لکھا ہے۔ جس کے معانی ہیں کہ انگوروں کی کئی اقسام ہیں۔ بعضوں نے سینکڑوں کی تعداد گنی ہے۔ یہاں جو بات غور طلب ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں جہاں بھی اعناب اور دیگر ایسے پھلوں کا ذکر جن کی مشابہت مؤمنوں سے دی گئی ہے، کیا ہے وہاں ایک تو آسمانی پانی کا ذکر ساتھ فرمایا ہے اور دوسرا ان پھلوں کے پکنے کے پراسس میں مؤمنوں، عقل والوں کے لیے نشانات قرار دیا ہے۔ اِس میں مؤمنوں کے لیے یہ سبق ہے کہ وہ آسمانی، روحانی مائدہ جو انبیاء، اولیاء، مسیحا اور خلفاء کے ذریعہ نازل ہوتا ہے۔ اُس سے کماحقّہ فائدہ اُٹھانا ضروری ہے۔

سامعین! ایک اَور بات جو سمجھنے کے لائق ہے اور مؤمنوں کے ساتھ اُس کی بہت نسبت ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اعناب یعنی انگوروں کے ساتھ النَّخِیلُ یعنی کھجوروں کا ذکر کیا ہے۔ وہاں ان دونوں کے ذکر کے ساتھ جنت کے باغات کا بھی ذکر ملتا ہے گویا جہاں یہ دونوں انگور اَور کھجور، جنت کے پھل ہیں وہاں حقیقی مؤمن بھی جنت میں نہروں اور اُن کے پانیوں سے اُگنے اور ہر پکنے والے لذیذ اور مزیدار پھلوں سے فائدہ اُٹھا رہے ہوں گے۔ جن میں انگور اور کھجور شامل ہے۔ سورۃ البقرۃ آیت 267 جس کی تلاوت تقریر کے آغاز پر مَیں کر آیا ہوں جس میں انگوروں کا ذکر ہوا ہے۔ اس کی تفسیر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”اس آیت میں تمام درختوں میں سے نخیل و اعناب کا ذکر بالخصوص اس لیے کیا ہے کہ یہ بہت اعلیٰ قسم کے درخت ہیں۔ رسول کریمؐ نے مؤمن کو کھجور کے درخت سے تشبیہ دی ہے اِس لئے کہ اِس میں چند خاصیتیں ہیں۔ اوّل تو یہ کہ اِس کے پتّے ہوا سے نہیں جھڑتے۔ مؤمن کو بھی ایسا ہی ہونا چاہئے کہ وہ قسم قسم کی مصیبتوں میں گھبرا نہ اُٹھے۔“

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 425)

قرآنِ کریم میں جہاں دو جگہ عِنَبْ کا ذکر ہے۔وہیں یہ بتانا ضروری ہے کہ انگور جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ گو انگور کی مثال اکثر جگہوں پر اچھے معنوں میں دی گئی ہے تاہم حدیث میں اِس کی مثال یوں دی کہ مسیح دجال دائیں آنکھ سے کانا ہو گا (مسند احمد کی ایک روایت میں بائیں آنکھ کا ذکر ملتا ہے) جس کی آنکھ (عِنَبَةٌ) کا پھولا ہوا دانہ ہے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 938)

الغرض مؤمنوں کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ اُن کے دل انگور کی طرح رسیلے، لذیذ، مزیدار ہوں۔ جو کھانے میں لذیذ ہوں تو مقوّی صحت بھی ہوں۔ مؤمن کا دل جہاں اپنے لیے صحت کا موجب ہو تو اُس کے رسّ اور اس سے بننے والی روحانی شراب سے دوسرے مؤمن بھی مستفیض ہو رہے ہوں۔

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ سورۃ النبا میں درج الفاظ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

”حَدَآئِقَ کے لحاظ سے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنَّ لِکُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰہِ مَحَارِمُهُ کہ ہر بادشاہ کی ایک رَکھ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رَکھ اُس کے محارم ہیں۔ آپ نے فرمایا جو شخص بادشاہ کی رکھ کے قریب اپنے جانور کو چراتا ہے وہ بھی غلطی کرتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کسی وقت اُس کا جانور بادشاہ کی رکھ میں چلا جائے اور وہ نقصان اٹھائے (بخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرا لدینہ) پس ایک معنے اس کے یہ ہوں گے کہ مؤمن اپنے اعمال کی حد بندی کرتا ہے وہ حرام اور حلال میں امتیاز کرتا ہے اور چونکہ متقی کا کام یہ ہوتا ہے کہ حلال اور حرام میں تمیز کرے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی اُن نعمتوں کا نام جو وہ مؤمنوں کو دے گا حَدِیقۃ رکھ دیا۔ یعنی جس طرح اُس نے فرق کیا اور خدا کی رضا کے لئے حلال اور حرام میں امتیاز روا رکھا اسی طرح خدا مؤمن اور غیر مؤمن میں امتیاز کرے گا اور اُسے انعام کے طور پر حدائق عطا فرمائے گا اور اس نسبت سے کہ سچا تقویٰ انسان کے لئے غذا کا بھی کام دیتا ہے اور پھل کا کام بھی دیتا ہے اور نشہ محبتِ الٰہی بھی پیدا کرتا ہے اس کا نام اَعْنَاب رکھ دیا کیونکہ اِتّقاء میں یہ ساری شرطیں ہوتی ہیں۔ ایک طرف وہ مؤمن کی روحانی غذا ہوتا ہے جس سے وہ خدا کا قرب حاصل کرتا ہے۔ دوسرے جسے سچا تقویٰ میسّر آجاتا ہے وہ آئندہ ایک لمبے زمانہ تک دنیا میں نیک تبدیلی پیدا کرنے کا موجب بن جاتا ہے جیسے ذخیرہ خور غذا دیر تک رہتی اور انسان کے کام آتی ہے اسی طرح تقویٰ ایک لمبے زمانہ تک دنیا کے کام آتا ہے گویا ایک طرف وہ انسان کو اپنی ذات کے لئے تازہ بتازہ پھل کا کام دیتا ہے اور دوسری طرف آئندہ کے لئے بھی ذخیرہ کا کام دیتا ہے۔ چنانچہ اسی بناء پر حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں مَیں نے صادق کو ترک کئے ہوئے اور اس کی نسل میں سے کسی کو ٹکڑے مانگتے نہیں دیکھا (زبور 37 آیت 25) گویا اِتّقاء کیا ہے ایک ذخیرہ خور غذا ہے جو نہ صرف اس کو فائدہ پہنچاتی ہے بلکہ اس کی آنے والی نسلوں کو بھی فائدہ پہنچاتی ہے۔ پھر تقویٰ محبت الٰہی پیدا کرنے کا بھی موجب ہے جیسے عِنَبْ میں سے شراب نکلتی ہے اسی طرح تقویٰ کے ذریعہ محبّتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے جیسے شراب پی کر انسان مست ہو جاتا ہے اور اُسے کسی خیر وشر کی پروا نہیں رہتی۔ نہ اسے کسی نقصان سے ڈر آتا ہے اور نہ کسی خیر کے حصول کی خواہش اُس کے دل میں رہتی ہے محض ایک مستی ہوتی ہے جو شراب کی وجہ سے اُس کے دماغ میں پیدا ہو جاتی ہے اور وہ نہ کسی خوف سے کام کرتا ہے اور نہ کسی لالچ سے۔ ایک رستہ ہوتا ہے جس پر وہ اس نشہ کی حالت میں چل پڑتا ہے۔ اسی طرح جب کسی شخص کے دل پر محبّتِ الٰہی غالب آجائے تو اس نشہ میں وہ ایسا چُور ہو جاتا ہے کہ وہ نہ دوزخ کے ڈر کے مارے خدا سے تعلق رکھتا ہے اور نہ جنّت کی لالچ اُسے نیکیوں پر آمادہ کرتی ہے۔ ڈر اور لالچ کی قسم کے تمام احساسات اُس کے دل سے مٹ جاتے ہیں اور وہ خدا سے محض خدا کی رضا کے لئے محبت کرتا ہے گویا وہ یہ نہیں چاہتا کہ مَیں دوزخ سے بچ جاؤں وہ یہ نہیں چاہتا کہ مَیں جنت میں داخل ہو جاؤں بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو جائے۔ پس تقویٰ بھی ایک مستی پیدا کر دیتا ہے جیسے اَعْنَاب سے جو خَمَر تیار ہوتی ہے وہ انسان کو مست بنا دیتی ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ سے ایک دفعہ سوال کیا گیا کہ آپ جب اللہ تعالیٰ سے ملیں گے تو اُس سے کیا کہیں گے۔ انہوں نے کہا مَیں تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے یہ کہوں گا کہ خدایا! مجھے نہ جنّت کی خواہش ہے نہ دوزخ کا خوف ہے۔ مَیں تو یہ چاہتا ہوں کہ تُو مجھے جہاں رکھنا چاہتا ہے وہاں رکھ دے۔ اگر دوزخ میں ڈالنا چاہتا ہے تو دوزخ میں ڈال دے اور اگر جنت میں لے جانا چاہتا ہے تو جنت میں لے جا۔ مجھے تو تیری رضا کی ضرورت ہے (تذکرۃ الاولیاء) یہ مستی کی ہی علامت ہے کہ نہ اچھی بات کی خواہش رہے اور نہ بُری بات کا ڈر رہے۔ ایک ہی غرض سامنے رہے کہ میرا محبوب مجھ سے راضی ہو جائے۔ غرض اَعْنَابًا کا ذکر اس لحاظ سے کیا گیا ہے کہ اَعْنَاب ہی وہ پھل ہے کہ پینے کے کام بھی آتا ہے اور میوہ کے کام بھی آتا ہے اور خشک کر کے غذا کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ پس اسے خاص طور پر قرآن کریم نے مثال کے طور پر چُنا ہے یہ بتانے کے لئے کہ ایمان کی بھی یہی مثال ہوتی ہے کہ وہ بشاشت بھی بخشتا ہے وہ لذّت بھی بخشتا ہے اور وہ طاقت بھی بخشتا ہے۔ اسی طرح یہ تینوں چیزیں تقویٰ میں بھی پائی جاتی ہیں کہ وہ غذا بھی ہے۔ وہ ذخیرہ خور غذا بھی ہے اور وہ عشقِ الٰہی بھی پیدا کرتی ہے

یعنی خَمَر والی حالت بھی اس میں پائی جاتی ہے مگر خَمَر تو انسان کی عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے یہ وہ نشہ ہے جو عقل کو تیز کرتا ہے۔ البتہ یہ مشابہت ضرور پائی جاتی ہے کہ جس طرح خَمَر انسان کو مست بنا دیتی ہے اسی طرح تقویٰ اور ایمان کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی محبت میں مست ہو جاتا ہے۔"

(تفسیرِ کبیر جلد 8 صفحہ 50،51)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں.

" دنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جس قدر انسان اعمال صالحہ میں ترقی کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچتا اور سرکشی اور حدود اللہ سے اعتداء کرنے کو چھوڑتا ہے اسی قدر ایمان اُس کا بڑھتا ہے اور ہر جدید عمل صالح پر اس کے ایمان میں ایک رسوخ اور دل میں ایک قوت آتی جاتی ہے۔ خدا کی معرفت میں اسے ایک لذّت آنے لگتی ہے اور پھر یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ مؤمن کے دل میں ایک ایسی کیفیت محبتِ الٰہی اور عشقِ خداوندی کی اللہ تعالیٰ ہی کی موہبت اور فیض سے پیدا ہو جاتی ہے کہ اُس کا سارا وجود اُس کی محبت اور سرور سے جو اس کا نتیجہ ہوتا ہے لبالب پیالہ کی طرح بھر جاتا ہے اور انوارِ الٰہی اُس کے دل پر بکلی احاطہ کر لیتے ہیں اور ہر قسم کی ظلمت اور تنگی اور قبض دور کر دیتے ہیں۔ اِس حالت میں تمام مصائب اور مشکلات بھی جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اُن کے لئے آتے ہیں وہ انہیں ایک لحظہ کے لئے پراگندہ دل اور منقبض خاطر نہیں کر سکتے بلکہ وہ بجائے خود محسوس اللذات ہوتے ہیں۔ یہ ایمان کا آخری درجہ ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 338-339 آن لائن ایڈیشن)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

" ایک مؤمن کی خصوصیت یہ ہے، جس کا قرآن کریم میں یوں ذکر آتا ہے کہ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ(البقرۃ:166) یعنی اور جو لوگ مؤمنین ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ ہی سے محبت کرتے ہیں۔ پس مؤمن ہونے کی یہ نشانی ہے کہ ایک سچے مؤمن کی زندگی صرف ایک ذات کے گرد گھومتی ہے اور گھومنی چاہئے کیونکہ اس کے بغیر ایک مؤمن، مؤمن کہلا ہی نہیں سکتا۔ ایک مؤمن کا غیب پر ایمان، نمازیں پڑھنا، قربانی کرنا، انبیاء پر ایمان، اس وقت کامل ہوگا جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے ان تمام احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شدید محبت کا کیسا اعلیٰ نمونہ ہمارے سامنے رکھا کہ کفار بھی یہ کہہ اٹھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ کہ محمد تو اپنے ربّ پر عاشق ہو گیا۔ اور آپؐ نے ہمیں کیا خوبصورت دعا سکھائی ہے کہ اے اللہ! مَیں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔ مَیں تجھ سے ایسے عمل کی توفیق مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے اللہ! اپنی اتنی محبت میرے دل میں ڈال دے جو میری اپنی ذات، میرے مال، میرے اہل اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ ہو۔ (صحیح الترمذی کتاب الدعوات حدیث نمبر 3490)
پس ایک مؤمن کا معیار اور خصوصیت یہ ہے جس کو حاصل کرنے کی ایک مؤمن کو کوشش کرنی چاہئے۔ کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر نہیں مل سکتی۔ اس لئے اس محبت کے حصول کے لئے بھی اسی کے آگے جھکنا اور اس سے دعائیں کرنا ضروری ہے۔"

(خطبہ جمعہ 13/ جولائی 2007ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" پس حقیقی مؤمن اور تقویٰ پر قدم مارنے والوں کا مولیٰ اور دوست وہ عظیم جاہ وجلال والا خدا ہے جس کی بادشاہت تمام زمین وآسمان پر حاوی ہے۔ پس جو ایسے جاہ وجلال اور قدرت رکھنے والے خدا کی آغوش میں ہو کیا اسے مخالفین کا مکر اور ان کی تدبیریں کچھ نقصان پہنچا سکتی ہیں؟ یقیناً نہیں، کبھی نہیں۔ کیونکہ جو خدا تعالیٰ پر کامل ایمان لاتا ہے خدا اس کی حفاظت کے سامان پیدا فرماتا ہے۔ یہ اس کا وعدہ ہے کہ وہ ان کی مدد فرماتا ہے جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے وَکَانَ حَقًّا عَلَیۡنَا نَصۡرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (الروم:48) یعنی مؤمنوں کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔ پس یہ ہے مؤمنوں کا خدا جو کسی لمحہ بھی اپنے مؤمن بندوں سے غافل نہیں۔ یہ زمین وآسمان کا مالک خدا جس کو نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ آتی ہے، ہر وقت اپنے مؤمن بندے کی پکار پر ہر جگہ پہنچ جاتا ہے۔ پس کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنے اس خدا سے تعلق جوڑتے ہیں اور خشوع اور تقویٰ میں بڑھے ہوئے ہیں اور بڑھتے چلے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو خدا اپنے مؤمن بندے کی حفاظت ونصرت کے لئے اس پر نظر رکھے ہوئے ہے، اس کو ماننے والے ہیں۔ پس ہمیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آئے ہیں اور یہ اعلان کرتے ہیں کہ اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کی بیعت میں آنے والے ہی حقیقی مومن ہیں، ایک تو اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہئے کہ صرف یہ ایک عمل کہ ہم بیعت میں آگئے کافی نہیں، بلکہ ہم

نے اپنے اعمال کے بیج کی حفاظت کر کے اس کے اُگنے کے سامان کرنے ہیں۔ پھر اس کے اُگنے کے بعد نرم سبزے کی حفاظت کرنی ہے۔ پھر نرم سبزے نے جب ٹہنیوں کی صورت اختیار کرنی ہے اس کی نگہداشت کرنی ہے، اسے ہر قسم کے کیڑے مکوڑوں اور جانوروں سے محفوظ رکھنا ہے۔ پھر اس پودے کی نگہداشت رکھتے ہوئے اسے مضبوط تنے پر کھڑا کرنا ہے، تب جا کر یہ ثمر آور درخت بنے گا، پھل دینے والا درخت بنے گا جو فائدہ پہنچائے گا۔"

(خطبہ جمعہ 17/ اگست 2007ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: تمثیل احمد)

✡✡✡✡